گزشتہ سے پیوستہ
گاہے گاہے باز خواں

قسط نمبر 4
ظفر حسین ایبک

انقلابی سفر کی کہانی

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر کی آزادی کے لیے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر گیارہ سال تک افغانستان، روس اور ترکی میں گزارے۔ اس عرصہ میں جناب ظفر حسین ایبک مرحوم بھی آپ کے ساتھ رہے۔انہوں نے اس دور کے واقعات اور مناظر کو جس طرح دیکھا اس کو قلمبند کیا۔ یہ انقلابی داستان آپ پڑھ کر آج کے حالات میں رہنمائی حاصل کریں۔ (ادارہ)

کابل سے جو خبریں بعد میں آئیں ان سے معلوم ہوا کہ لنڈی کوتل پر قبضہ کی خبر اور پشاور کے محاصرہ کی اطلاع سب غلط اور مبالغہ آمیز تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ سرحدی قبیلوں کے آدمیوں نے افغانیوں کے کہنے پر انگریزوں کے خلاف ہتھیار اٹھالئے اور لنڈی کوتل پر چند ایک فیر کردیے۔ اس سے لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ لنڈی کوتل پر افغانوں کا قبضہ ہوگیا اور پشاور کا محاصرہ کرلیا گیا۔

محاذ جنگ متون

اگلے روز ہم خوست کے مرکز متون پہنچے۔ یہاں سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے دس روز قیام کرکے رسد کا بندوبست کیا۔ رسد کو محاذ تک پہنچانے کے لئے جتنے بار برداری کے جانوروں کی ضرورت تھی اس کا انتظام کیا۔ یہاں رہتے ہوئے میں نے ایک انگریزی فوجی نقشہ سے جو کسی طرح سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کے ہاتھ آگیا تھا۔ ٹھل کے علاقے کا نقشہ بڑے پیمانے پر بنایا۔ یعنی اس فوجی نقشے کا وہ حصہ جو ٹھل کے متعلق تھا اس کو (Enlarge) کیا۔ اس طرح چھوٹی چھوٹی تفصیلات بھی اچھی طرح واضح نظر آنے لگیں۔ آگے چل کر یہ نقشہ افغانی فوجوں کے بہت کام آیا۔

سردار سپہ سالار صاحب محمد نادر خان کو رسد کا پیغام بہم پہنچانے میں کافی مشکلات پیش آئیں۔ کیونکہ ضلع خوست کے کمشنر نے جس کو افغان حاکم کہا کرتے ہیں باوجودیکہ اس کو بہت پہلے سے خبر دی گئی تھی، اس نے نہ غلہ جمع کیا اور نہ ہی فوجی کمانڈر کے ساتھ تعاون کرکے فوجی تیاریوں میں اس کو مدد دی۔ فوجیوں کو کئی مہینے سے تنخواہ نہ ملی تھی کیونکہ خزانہ میں پیسہ نہ تھا۔ سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے جو روپیہ ان کے ساتھ تھا، اس سے سپاہیوں کی پچھلی تنخواہیں دیں اس طرح ان کی ذرا ڈھارس بندھی۔ یہاں اگلے روز ہمیں خبر ملی کہ وزیریوں اور محسودیوں نے وانا اور دوسرے انگریز قلعوں پر حملے کئے۔ وانا کے سرحدی ملیشیا (Militia) کے سپاہی قلعے کو خالی کرکے کچھ اپنے گھروں کو چلے گئے اور چند ایک سردار شاہ ولی خان کے پاس آگئے اور ان کو اپنے ہتھیار دے دیئے۔ وزیریوں اور محسودوں نے ٹیلیفون کے تار اور کھمبے اکھاڑ کر انگریزوں کے ذرائع رسل و رسائل کو تہ و بالا کردیا، جس سے انگریزوں میں بہت ہراس پیدا ہوا۔ بعد میں اس لوٹ کے سامان کو ملیشیا کے سپاہی اور سرحدی مجاہد انعام لینے کے لئے کھینچ کر افغانستان لے آئے تھے۔ متون میں ہمیں آئے تین دن ہوئے تھے کہ کابل سے جلال آباد کے محاذ کے درہم برہم ہونے کے متعلق سرکاری طور پر خبر آئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ صالح محمد خان نے کابل سے جنگ ڈئے جانے سے پہلے تورخم کے مقام پر ایک متنازع فیہ چشمہ پر قبضہ کرکے 2 مئی 1919ء کو انگریزوں سے لڑائی چھیڑ دی۔ انگریزوں نے ایک ہوائی جہاز بھیج کر اس کی فوج پر بم پھینکے۔ جس سے اس کا پاؤں زخمی ہوگیا۔ اس پر وہ ''پائے ما شہید شد'' (میرا پاؤں شہید ہوگیا) کہتا ہوا محاذ سے ہٹ کر ڈکہ کی طرف پسپا ہوا۔

فوج اپنے کو بے سر اور بے کمانڈ دیکھ کر میدان سے پیچھے ہٹی۔ انگریزی رسالہ نے ان کا تعاقب (پیچھا) کیا اور ڈکہ پر قبضہ کرلیا۔ جلال آباد کے صوبے کے لوگوں نے اس شکست سے یہ سمجھا کہ بس حکومت کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ اس پر انہوں نے آکر شہر جلال آباد کو لوٹ لیا۔ سرکاری خبر کے ساتھ امیر صاحب نے سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم کو یہ حکم بھیجا

کہ فوراً آگے بڑھ کر ہندوستان پر حملہ کریں تاکہ انگریزی فوجیں ڈکہ سے آگے بڑھ کر جلال آباد پر قبضہ نہ کرسکیں۔

اس خبر سے سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کو اور ان کے ہمراز اشخاص کو جن میں میں بھی داخل تھا۔ بہت رنج ہوا، کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ سارے جنگی منصوبے خاک میں مل گئے۔ لیکن یہ خبر فوجیوں، افسروں اور ملکی کارکنوں سے بالکل پوشیدہ رکھی گئی اور اگلے روز فوج کو سرحد کی طرف بڑھنے کا حکم دے دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں انگریزوں کے حواس بالکل باختہ تھے وہ نہ تو فوجی کشف (Reconnaleanee) کراکے افغانی فوجوں کی نقل و حرکت کے بارے میں اطلاع حاصل کرسکے اور نہ ہی اپنے جاسوسوں کے ذریعے افغانستان کے اصلی حالات معلوم کرسکے۔ پنجاب کی بدامنی اور سورش کی وجہ سے ان کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے ورنہ اگر ذرا اطمینان سے، جرأت سے کام لیتے تو ڈکہ پر قبضہ کرنے کے بعد جلال آباد کے لٹنے کی خبر پر جلال آباد کو بآسانی اپنے قبضے میں لاسکتے تھے اور سمت جنوبی کے محاذ پر سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کے سرحد سے قدم آگے بڑھاتے ہی ان پر حملہ کرکے ان کی فوج کو شکست دے سکتے تھے۔ کیونکہ افغانی فوج کو جنگ کا تجربہ نہ تھا اور نہ ہی اس میں فوجی نظم و ضبط (Discipline) کا نام و نشان تھا۔ سرحدی چوکیوں کے ملیشیا کا افغانوں کے ساتھ مل جانا بھی انگریزوں کے لئے ہراس کا باعث ہوگیا تھا۔

ٹھل پر سپہ سالار محمد نادر خان کا حملہ

متون میں سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے میرے تیار کردہ نقشے کا مطالعہ کیا اور اس کو تدقیق کرکے، اس کی بنیاد پر اپنے جنگی پلان کو بنایا۔ لیکن اس کا کسی سے ذکر نہ کیا۔ یہاں چار روز کے قیام کے بعد متون سے انہوں نے ایک پیادہ رجمنٹ اور چند ایک پرانی خچری توپیں اپنے ساتھ لیں۔ دو جرمنی ہژدہ پنی ہوٹزروں (Howltzers) میں سے ایک توپ کو متون میں چھوڑا اور اس کے گولہ بارود کو دوسری توپ کے گولہ بارود میں شامل کرکے اپنے ساتھ لے کر سرحد کی طرف روانہ ہوئے۔ ان دنوں توپوں کا گولہ بارود اتنا تھوڑا تھا کہ اس کو دو توپوں پر تقسیم کرنا اور دونوں توپوں کو محاذ پر لے جانا بالکل بے سود تھا۔

اگلے روز افغانی فوج ایک ایسے چھوٹے سے سرحدی گاؤں میں پہنچی جو ٹھل اور میران شاہ کی انگریزی چھاؤنیوں سے پیدل ایک ایک روز کے فاصلہ پر تھا۔ اس پڑاؤ پر پانی بہت کم میسر تھا۔ سایہ کے لئے درخت تو بالکل نہ تھے۔ آخر شام کے وقت سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے اپنے خیمے میں جو پہلے کی نسبت چھوٹا تھا اور میں جس میں اب ان کے ساتھ نہ سوسکتا تھا، مجھے اور حضرت شور بازار کو بلاکر اپنا جنگی پلان بتایا اور اس کے بارے میں ہماری رائے لی۔ بجائے اس کے کہ سپہ سالار صاحب مرحوم اپنے فوجی افسروں سے مشورہ کرکے اپنی جنگی پلان بنائیں، انہوں نے اکیلے ہی پلان بنایا اور اس کی خوبی یا خرابی کے بارے میں مجھ سے جس کو فنونِ جنگ کا بالکل علم نہ تھا اور حضرت شور بازار سے جس کو نقشہ دیکھنا اور سمجھنا نہ آتا تھا، رائے طلب کی اور اپنے افسروں کو بالکل بے خبر رکھا۔ سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کا اپنے فوجی پلان کو اپنے افسروں سے پوشیدہ رکھنے کا شاید مقصد یہ تھا کہ انگریزوں پر اچانک حملہ کریں اور ان کو کسی طرح بھی اپنے منصوبوں سے خبردار نہ ہونے دیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھ پر اور حضرت شور بازار پر اپنے افسروں کی نسبت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ سردار سپہ سالار مرحوم نے اس پلان کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ "یا تو ٹھل پر اصلی حملہ ہونا چاہئے یا میرام شاہ پر۔ اگر میرام شاہ کی چھاؤنی پر حملہ کیا جائے تو وزیریوں کی مدد حاصل ہوسکتی ہے اور میرام شاہ پر قبضہ ہوجانے کے بعد بنوں تک افغانی فوجوں کا راستہ کھل جائے گا اور وہاں سے پنجاب میں داخل ہونا آسان ہوگا۔ لیکن اس میں یہ نقص ہے کہ کوہاٹ کی انگریزی فوجیں ٹھل کے گیریزن (Garrison) کو اپنے ساتھ لیکر کرم کے راستہ کوتل پیواڑ پر حملہ کرسکتی ہیں اور اگر پیواڑ ان کے قبضے میں آجائے تو وہاں سے علاقہ جاجی کے راستہ (لہوگرد) کے علاقہ میں اتر کر تین دن کے اندر اندر کابل پر حملہ آور ہوسکتی ہیں اور اس طرح ان کے لڑائی جیتنے کا امکان بڑھ جاتا ہے، کیونکہ کابل میں اب زیادہ فوج موجود نہیں ہے۔

لیکن اگر ٹھل پر پوری طاقت سے حملہ کیا جائے تو کوہاٹ اور پیواڑ کی انگریزی فوجیں ایک دوسرے سے کٹ جائیں گی اور کابل پر انگریزی یلغار کا خطرہ بالکل مٹ جائے گا۔ اس کے بعد افغانی فوجیں کوہاٹ کی طرف بڑھ کر پشاور کی انگریزی فوجوں کو پیچھے سے دھمکی دے سکیں گی لیکن اس میں صرف یہ ڈر ہے کہ انگریز میرام شاہ سے جرأت کے ساتھ متون پر حملہ کریں

تو افغانی فوجیں ٹھل اور متون کے درمیان گھیرے میں پکڑ سکتی ہیں۔" سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے اپنی پلان واضح کرتے ہوئے اپنی تقریر کو اس طرح جاری رکھا: "میں انگریزوں کے، میرام شاہ سے پیش قدمی کر کے متون پر حملہ کرنے کی کوشش کو چنداں ممکن نہیں سمجھتا، کیونکہ ہندوستان میں سخت بدامنی ہے، وہ ایسی حالت میں افغانی سرزمین پر قدم رکھنے کی جرأت نہ کرسکیں گے۔ اس لئے میں نے ٹھل پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ انگریزوں کو جنگی طور پر دھوکہ دیا جائے اور خدع حرب سے کام لیا جائے۔

(یعنی ایسی چال چلی جائے جس سے انگریزوں کو گمان ہو کہ افغانی فوج کا بڑا حصہ میرام شاہ پر حملہ کرے گا)

اس لئے میں آج رات کو ایک چھوٹا سا پیادہ فوجی دستہ اور دو توپیں کرنل عبدالقیوم خان کی کمان میں دے کر میرام شاہ کو روانہ کروں گا تا کہ صبح کو دن نکلتے ہوئے مرام شاہ کی چوکی سپین دام (آؤٹ پوسٹ) پر جو میرام شاہ اور ٹھل کے درمیان ہے گولہ باری کرے جس سے انگریزوں کو یقین ہوجائے کہ یہ دھاوا افغانی فوج کے ہراول کی طرف سے بولا گیا ہے اور اس کے بعد اصل افغانی فوج میرام شاہ پر حملہ آور ہوگی۔ اس دستہ کو حکم دیا جائے گا کہ اپنا یہ فرض ادا کرنے کے بعد ٹھل کی طرف بڑھے۔ اس کے بعد اگلی شام کو ایک پیادہ پلٹن اور دو خچری توپیں کرنل عبداللطیف خان کی کمان میں ٹھل کی طرف روانہ کی جائیں گی۔ لیکن وہ انگریزوں سے جنگ نہ کریں گی بلکہ ریائے کرم کے کنارے کی پہاڑیوں کو اپنے قبضہ میں لا کر اگلے روز وہاں پہنچنے والی بڑی افغانی فوج اور میرے آنے کا انتظار کرے گی اور جب ساری فوج ٹھل کے محاذ پر پہنچ جائے تو دفعتہً ہلہ بولا جائے گا۔"

ہم نے ان کے اس جنگی پلان کو بہت پسند کیا۔ اس لئے اس پر عمل کرنے کا فیلہ ہوا۔ اس وقت اس پلاان کو ہم تینوں کے سوا اور کسی کو علم نہ تھا۔ آخرکار سردار سپہ سالار مرحوم نے کرنل عبدالقیوم خان کو بلا کر ضروری احکام دیئے اور اس کو راتوں رات میرام شاہ کی طرف روانہ کردیا۔ صبح کو اس نے میرام شاہ کی اس چوکی پر حملہ کیا۔ اس کی گولہ باری کی وجہ سے وہاں کے سپاہی اپنے تھانے کو چھوڑ کر بھاگ نکلے اور میرام شاہ کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوگئے۔ عبدالقیوم خان اس طرح اپنے فرض کی ادائیگی میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے یہ خبر ہم کو دوپہر کے وقت بھیج دی اور خود وہاں سے ٹھل کی طرف روانہ ہوگیا۔

شام کو عبداللطیف خان کو حکم ملا کہ اپنے فوجی دستے اپنی توپوں اور قبیلہ منگل کے مجاہدوں کے ساتھ پڑاؤ سے ٹھل کی طرف روانہ ہو اور دریائے کرم کے کنارے کی پہاڑیوں پر اپنی دو توپیں چڑھا کر اصل فوج کے آنے کا انتظار کرے۔

اگلے روز (27 مئی) سردار سپہ سالار مرحوم نے علی الصباح اپنی فوج کے بڑے حصے کے ساتھ ٹھل کی طرف کوچ کیا۔ چار گھنٹے کے سفر کے بعد، باوجود اس کے کہ ہم ابھی ٹھل سے بہت دور تھے کہ ہمارے کانوں میں توپوں کی آواز آنے لگی۔ ہم اس کے معنی بالکل نہ سمجھے کیونکہ عبداللطیف کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ فوج کا بڑا حصہ پہنچنے سے پہلے لڑائی شروع نہ کرے۔ اس پر سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور سرپٹ محاذ کی طرف بڑھے۔ میں اور امیر عبدالرحمٰن خان کا وزیری غلام بچہ پادشاہ میر خان اور محمد یوسف لہوگردی اور شاہی رسالے کے سپاہی ان کے ساتھ چلے۔ بادشاہ میران اور محمد یوسف خان سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہی رہا کرتے تھے، کیونکہ ان کو جب کبھی کسی اہم کام کے سرانجام دینے کی ضرورت پیش آتی تھی، جس کو ان کے فوجی افسر نہ کرسکیں تو وہ ہم میں سے ایک کو ایسے کام پر متقرر کردیا کرتے تھے۔ ہم گویا ان کے ایک طرح کے مشاور خاص اور ضرورت کے وقت ان کے دست و بازو تھے۔ کچھ آگے بڑھنے پر ہم کو ایک سپاہی ملا جس کے ہاتھ عبداللطیف خان نے سردار سپہ سالار صاحب کو ایک پیغام بھیجا تھا۔

اس نے ہمیں بتایا کہ "لڑائی منگل مجاہدین کے شہر ٹھل پر

بلا اجازت حملہ کرنے اور شہریوں کی طرف سے ان کا پرجوش خیر مقدم کیا جانے کے باوجود ان کے شہر میں لوٹ مار کرنے کی وجہ سے شروع ہوئی۔ انگریزوں نے مجاہدین پر فیر کئے۔ اس لئے عبداللطیف خان نے ان کی حفاظت کے لئے توپ چلانے کا حکم دیا۔ اس پر انگریزی توپوں نے عبداللطیف خان کی توپوں پر گولہ باری شروع کردی۔ اس کی توپیں پرانی قسم کی تھیں جو موضع مستور سے یعنی دشمن کی نگاہ سے اوجھل رہ کر فیر نہیں کرسکتی تھیں۔ اس وجہ سے انگریزی توپوں کا گولہ ان میں سے ایک توپ کو آسانی لگا اور وہ خراب ہوگئی اور توپ چلانے والے افغانی سپاہی بھی زخمی ہوئے۔ توپوں کے پاس مرہم پٹی کا کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے یہ زخمی سپاہی بالکل بے کسی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں اور فوج شکست کھا کر اپنے مورچوں سے پیچھے ہٹنے کو تیار ہورہی ہے۔''

اس پر سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے اپنے محافظوں میں سے رسالہ شاہی کے دو سواروں کو حکم دیا کہ فوراً واپس جاکر فوج کو کہیں کہ جبری مارچ کرتے ہوئے اور راستہ میں رکنے کے بغیر آگے بڑھے اور جتنی جلدی ہوسکے محاذ پر پہنچنے کی کوشش کرے۔ لیکن ان نمک حرام سواروں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کردیا اور یہ بہانہ کیا کہ ''ہم تو آپ کی ذات کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں اور آپ کا ساتھ چھوڑ کر اور کسی دوسرے کام پر نہ جائیں گے۔'' لیکن اصل میں وہ ڈرتے تھے کہ کہیں واپس جاتے ہوئے راستے میں ان کا انگریزی رسالے کا سامنہ نہ ہوجائے۔ سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم ان کی سرکشی سے بہت پریشان ہوئے۔ میں نے ان کی پریشانی دیکھ کر فوراً اپنی خدمات پیش کیں اور ان کو کہا کہ: ''میں اکیلا جاکر ان کے اس حکم کو فوج تک پہنچادوں گا اور فوج کو جلد از جلد کوچ کراکے محاذ پر لے آؤں گا۔'' سردار سپہ سالار صاحب مرحوم اس سے بہت خوش ہوئے اور میری جرأت کی داد دینے لگے۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر: ''آپ کو میں کسی اور اہم فرض پر بھیجوں گا۔'' مجھے اس کام پر روانہ نہ کیا۔ ان کا اپنا نوکر اس کام پر بھیجا گیا جس نے ان کا حکم پیادہ فوج کے کمانڈر کو پہنچادیا۔ فوج اس کے کوئی تین گھنٹے بعد یعنی ظہر کے بعد محاذ پر پہنچی۔ اس نوکر کے روانہ ہونے تک دوپہر ہوچکی تھی۔ گرمی اتنی شدت سے پڑ رہی تھی کہ میرے لئے بندوق کی نالی کو ہاتھ لگانا اور اس میں گولی بھرنا بہت دشوار تھا۔ بندوق کے پرزے آگ کی طرح ہاتھ جلاتے تھے۔ وہاں نہ کوئی درخت تھا اور نہ کہیں سایہ تھا کہ ذرا دھوپ سے بچاؤ ہو۔ ہم اپنے گھوڑوں کی ٹانگوں کے نزدیک زمین پر بیٹھے ہوئے تھے تاکہ ان کے بدن کے سایہ میں ذرا دھوپ اور گرمی سے بچیں۔

اس عرصے میں خبر آئی کہ انگریزی رسالہ دریائے کرم کو عبور کرکے عبداللطیف خان کی توپوں کے موضع (Position) کو پیچھے سے گھیرنے کیلئے بڑھ رہا ہے اور ہماری طرف بھی اس کے آنے کا احتمال ہے۔ اس پر سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے حکم دیا کہ ''رسالہ شاہی کے سپاہی ارد گرد کی پہاڑیوں پر چڑھ جائیں اور اگر انگریزی رسالہ کو ادھر آتا دیکھیں تو اس پر فیر کریں۔''

اس پر بھی رسالہ شاہی کے سواروں نے وہی بہانہ کیا جو پہلے فوج کو بلانے کے لئے جانے سے انکار کرتے وقت کیا تھا۔ اس طرح انہوں نے سرکشی کرکے اس حکم کی تعمیل سے بھی انکار کردیا۔ ایسے نازک موقع پر جب کہ کمانڈر کے پاس سپاہی بھی کم ہوں اور وہ سپاہی بھی اس کا حکم نہ مانیں تو اس کی پریشانی اور مایوسی کی انتہا نہیں ہوسکتی۔ سردار سپہ سالار محمد نادر خان اس وقت ایک ایسی ہی خطرناک حالت میں تھے۔ اس پر میں، پادشاہ میر خان اور محمد یوسف خان آگے بڑھے اور ہم نے سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کو کہا کہ ''ہم اس کا ذمہ لیتے ہیں اور ہم سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ ایک پہاڑی پر چڑھ کر دشمن کی دیکھ بھال کرے گا۔ اگر ضرورت ہوئی تو اس پر فیر کرکے اس کو ہم یہ دکھلائیں گے کہ میدان بالکل خالی نہیں ہے۔ اس طرح اس کو آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش کریں گے اور آخری دم تک اپنی جگہ پر جم کر لڑتے رہیں گے۔''

ہمارے ایسے نازک وقت پر اپنی خدمات پیش کرنے سے سردار صاحب مرحوم کی ہمت بڑھی اور ہم ان کے حکم کے مطابق ان پہاڑیوں کی طرف روانہ ہوگئے۔ لیکن خدا کی شان کہ انگریزی رسالہ دریائے کرام کے کنارے ہی رک گیا اور ہماری طرف نہیں بڑھا۔ اگر بڑھتا تو ہم تین آدمی اس کو کیسے روک سکتے تھے۔ اس وقت تو ایسا خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ انگریز سوار ذرا جرأت سے کام لے کر آگے بڑھ آتے تو سردار سپہ سالار صاحب مرحوم اور ان کے سارے سپاہیوں کو قید کرسکتے تھے۔

ابھی اس طرف سے ذرا سا اطمینان ہی ہوا تھا کہ دور کی پہاڑیوں پر سے ہم نے ایک جم غفیر کو دریائے کرم سے افغانی سرحد کی طرف جاتا ہوا دیکھا۔ اس طرف ایک سوار بھیجا گیا۔ اس نے وہاں سے واپس آ کر خبر دی کہ قبیلہ منگل اور قبیلہ جدران کے مجاہد کپڑے کے تھان لئے ہوئے اپنے گھروں کو واپس جارہے ہیں۔ سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے ان کو گھیر کر موڑنا چاہا لیکن ان میں اکثر بچ کر نکل گئے اور اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ گویا ان کی رائے میں ان کے جہاد کا کام ختم ہوچکا تھا۔ جو پکڑے گئے ان سے معلوم ہوا کہ انہوں نے کپڑے کے تھان شہر ٹھل کو لوٹ کر حاصل کئے تھے۔ یہ تھان ان کے ہاتھ سے لے لئےگئے اور ان کی اور ان کے سرداروں کی آنکھوں کے سامنے جلادیئے گئے۔ ان لوگوں کو پھر محاذ کی طرف بھیج دیا گیا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ جب ان قبیلوں نے شہر کی طرف پیش قدمی کی تو شہر کے ارد گرد کی بعض فوجی چوکیوں کے سپاہی یہاں سے نکل کر ٹھل کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوگئے اور اس طرح پر شہر کا راستہ مجاہدین کے لئے کھل گیا۔ جب مجاہدین شہر کی طرف بڑھے تو وہاں کے لوگوں نے بڑے تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کو شربت اور لسی پیش کی۔ یہ قبیلے والے جو گرمی میں پیاس سے بڑے ہراساں تھے شہر کے لوگوں کے اس برتاؤ سے بہت خوش ہوئے۔ لیکن اپنی پیاس بجھاتے ہی انہوں نے شہر میں لوٹ مار شروع کردی اور بازاروں کی دکانیں یغما کرکے، کپڑے کے تھانوں کو اپنے کندھوں پر لادکر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ جیسے کہ جہاد کا مقصد، صرف کپڑے کے چند ایک تھان ہی حاصل کرنا تھا۔ ان لوگوں کی اس ناپاک حرکت کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر کے لوگ افغانی فوج سے دل برداشتہ ہوگئے۔ تمام دکانیں بند ہوگئیں، اس وجہ سے مجاہدین کو روٹی اور آٹا داموں سے بھی ملنا دشوار ہوگیا۔ کیونکہ افغانستان سے صرف باقاعدہ فوج کیلئے رسد کا سامان آتا تھا اور مجاہدین کو نقدی دی جاتی تھی کہ وہ اپنے کھانے کا خود انتظام کریں۔

اس یغماگری کی پیش بندی ممکن تھی۔ اگر سردار سپہ سالار صاحب مرحوم اپنی تقریروں میں جو مجاہدین کی ہمت افزائی کے لئے وقتاً فوقتاً کیا کرتے تھے، ان کی توجہ اس طرف دلاتے اور ان کو لوٹ مار نہ کرنے کے بارے میں نصیحت کرتے رہتے تو شاید ان لوگوں کو یغماگری سے باز رکھنا ممکن ہوجاتا۔ لیکن انہوں نے کبھی ان لوگوں کو اس قسم کی نصیحت نہ کی اور جب میں نے ان کو ایک دفعہ یہ بات سمجھائی (جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے) تو ان کو میرا یہ کہنا ذرا ناگوار گزرا۔ اس روز عصت کے قریب افغانی فوج کا بڑا حصہ بھی میدان جنگ میں پہنچ گیا۔ شام تک سپاہی اپنے خیموں کے مانند ایک چھوٹا خیمہ اپنے لئے لگوایا۔ اس لئے میں یہاں ان کے خیمے میں نہ سوسکا۔ میرے لئے باہر ان کے خیمہ کے دروازے کے نزدیک بستر بچھادیا گیا۔

ایک طرف خیمہ بندی کی یہ کارروائی ہورہی تھی اور دوسری طرف سپہ سالار صاحب مرحوم نے اگلے روز کے لئے فوجی مورچوں اور خاص کر جرمن ہوٹزر **(Howitzer)** توپ کیلئے مناسب مورچہ کی جگہ تلاش کرنے کی خاطر دریائے کرم کے کنارے کی پہاڑیوں کا دورہ شروع کیا۔ ان کی طبیعت اس روز کچھ ناساز تھی۔ بعض جگہوں پر گھوڑے سے اتر کر پیادہ بھی چلنے کی ضرورت پیدا ہوتی تھی۔ تکان اور طبیعت کی خرابی کی وجہ سے وہ آخرکار اتنے بے سکت ہوگئے کہ ان میں پڑاؤ تک جانے کی بھی طاقت نہ رہی۔ انہوں نے کہا کہ وہ رات یہیں پہاڑیوں میں گزاریں گے۔ لیکن ہم چند مخلص جو ان کے ساتھ

تھے، اس پر راضی نہ ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ: ''اگر آپ کی فوج کو یہ خبر ملی کہ ان کے سپہ سالار پڑاؤ میں ہیں تو اس سے ان کے بے دلی ہوگی اور ان میں ہر طرح کی بری افواہیں پھیل جائیں گی۔ یہاں تک کہ بعض بدخواہ شاید یہ بھی مشہور کردیں کہ سردار سپہ سالار صاحب کو انگریزوں نے پکڑلیا ہے۔'' اس پر وہ راضی ہوگئے اور اندھیرے میں گرتے پڑتے پڑاؤ کو واپس آئے۔ بھوک سے ہم سب بے تاب تھے۔ جب دسترخوان لگایا گیا اور سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے پلاؤ اور گوشت کی رکابیاں بھری ہوئی دیکھیں تو حکم دیا کہ میدان جنگ میں ان کے لئے صرف اسی قسم کا کھانا تیار کیا جائے جو ان کے ایک معمولی سپاہی کو نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ چھ راتیں جب ہم ٹھل کے میدان جنگ میں تھے تو ہم سب نے سپاہیوں کے کھانے جیسے سالن اور روٹی کے سوا اور کسی قسم کا کھانا نہ کھایا۔ یہ کھانا بھی ہمیں صرف رات کو ملتا تھا۔ دن کے وقت تو روکھی روٹی اور پانی پر ہی گزارہ ہوتا تھا۔ اگلے روز جرمن ہوٹزر توپ کو ہاتھی کی پیٹھ پر لادکر انتخاب شدہ مورچہ تک لایا گیا۔ یہاں سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے مجھے کہا کہ اس نقشہ کی مدد سے جو میں متون میں تیار کیا تھا اس مورچہ سے ٹھل کے قلعہ تک کا فاصلہ معلوم کروں۔ میں نے نقشہ سے ماپ کر یہ فاصلہ میل اور گز کے حساب سے ان کو بتایا۔ انہوں نے مجھے اس کو میٹر (Meter) میں تحویل کرنے کو کہا، کیونکہ اس توپ کی مار منزل یعنی رینج (Range) میٹر کے حساب سے تھی۔ توپ کا افسر اس عمل تحویل سے بالکل بے خبر تھا اور نہ ہی وہ نقشہ سے دو جگہوں کے درمیانی فاصلہ کو ماپ سکتا تھا۔ توپ کا مورچہ ایک پہاڑی کے پیچھے اور دشمن کی نظر سے اوجھل ہونے کی وجہ سے، مورچہ سے قلعہ ٹھل جو گولہ باری کے لئے نشانہ بنایا گیا تھا، نظر نہ آتا تھا۔ اس لئے توپ کی نالی کو اس چھپے ہوئے مورچہ سے ٹھل کے قلعہ کی جانب ٹھیک طور پر موڑنا ضروری تھا۔ توپ کا افسر یہ کام بھی نہ جانتا تھا۔ اس پر سردار سالار مرحوم نے خود ہی اس توپ کو تین (Aiming post) یعنی نشانہ لگانے والے بانس کے ذریعے قلعہ ٹھل کی سیدھ میں لگایا اور فیر کیا۔ توپ کا ٹھیک طور پر قلعہ کی سیدھ میں آجانے اور قلعہ کا توپ کے مورچہ سے فاصلہ بھی درستی سے حساب کئے جانے کی وجہ سے پہلا گولا ہی قلعہ کے گوداموں میں پھٹا جس سے وہاں کے گولہ بارود اور گھاس کے تودوں کو آگ لگ گئی اور قلعہ سے سیاہ دھوئیں کا ایک ستون آسمان کی طرف بلند ہوا۔ اس کو دیکھ کر مجاہدین کی ہمت بڑھ گئی اور انہوں نے شہر کے اردگرد کی بعض چوکیوں پر، جو ابھی تک انگریزوں کے ہاتھ میں تھیں، قبضہ کرلیا۔ فوج میں بھی اس نظارے سے ایک شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ اس توپ نے چند ایک گولے اور چلائے لیکن چونکہ اس کا بارود گولہ بہت کم تھا اور کابل سے بھی آنے کی امید نہ تھی، اس لئے فیر بند کردیئے گئے۔

اس گولہ باری کے بعد انگریز کمانڈر نے اپنا ہوائی جہاز اس توپ کے مورچہ کو ڈھونڈ نکالنے کے لئے ہمارے محاذ کی طرف بھیجا۔ کچھ دیر بعد یہ ہوائی جہاز ہمارے سروں پر سے گزرا لیکن وہ نہ تو توپ کے مورچہ کو پہچان سکا اور نہ ہی محاذ کے فوجیوں کا کھوج لگاسکا۔

اس لئے اس نے ہم پر کوئی بم نہ گرایا اور افغانی سرحد کی طرف بڑھا۔ کچھ منٹ کے بعد بموں کی گونج پہاڑیوں سے سنائی دینے لگے۔

شام کو ہم جب پڑاؤ پر واپس آئے تو معلوم ہوا کہ اس ہوائی جہاز نے ہمارے خیموں کو دیکھ کر ان پر چند ایک بم گرائے جس سے کچھ سائیس، رسد پہنچانے والے سپاہی اور فوج کا کھانا پکانے والے آدمی زخمی ہوئے' ان کی آہ و بکا پر ڈاکٹر اور کمپونڈر کی تلاش کی گئی۔ لیکن ان کا کہیں نام و نشان بھی نہ ملا اور زخمی بلا مرہم و پٹی تڑپتے رہے۔ آخر اندھیرا ہونے پر ڈاکٹر اپنے خیمے میں واپس آیا۔ اس کو وہاں سے پکڑ کر سپاہی سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کی خدمت میں لائے۔ یہ ڈاکٹر حصار کے ضلع کا رہنے والا ایک ہندوستانی عبدالحلیم

نامی تھا۔ سردار سپہ سالار صاحب مرحوم تو اپنے زخمی سپاہیوں کا حال زار دیکھ کر لال پیلے ہوچکے تھے۔ جب انہوں نے ڈاکٹر کو دیکھا تو اس کو اس نازک موقع پر اپنا فرض منصبی پورا نہ کرنے اور سارا دن کسی غار میں، جان بچانے کے لئے چھپے رہنے اور زخمیوں کی دیکھ بھال نہ کرنے پر بہت کچھ برا بھلا کہا اور مجھے بلاکر اس کو دکھلایا اور کہا:

''یہ بھی ایک ہندوستانی ہے جو آپ سے عمر میں بہت چھوٹا ہے، لیکن اپنے افغانی بھائیوں کے ساتھ جاں نثارانہ لڑائی میں شریک ہے۔ نہ اس کو ہوائی جہاز سے ڈر لگتا ہے اور نہ توپ کے گولوں سے۔ آپ کو ذرا شرم آنی چاہئے کہ آپ سارا دن چھپے رہے اور میرے زخمی سپاہی بغیر مرہم پٹی کے تڑپتے رہے۔''

ڈاکٹر نے اس پر دم نہ مارا اور وہاں سے جدا ہوکر، سپاہیوں کے علاج معالجہ میں مصروف ہوگیا۔

اگلے روز پھر ہماری جرمن ہوٹزر نے چند ایک گولے چلائے اور فوج نے قلعہ کا محاصرہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے قلعہ والوں کے ہتھیار ڈالنے کے بارے میں کچھ امید پیدا نہ ہوسکی اور یہ سارا دن اسی طرح دونوں طرف سے کہیں کہیں فیر کرنے میں گزرا۔ انگریزی ہوائی جہاز نے پھر ہمارے پڑاؤ پر بم گرائے اور قلعہ کے اردگرد کی پہاڑیوں میں جہاں کہیں مجاہدین کی ٹولی دیکھی اس پر بمباری کی۔ اس سے کوئی بڑا جانی نقصان تو نہ ہوا لیکن مجاہدین حواس باختہ رہنے لگے اور جب کبھی ہوائی جہاز ان کے اوپر سے اڑتا تو وہ سارا کاروبار چھوڑ کر ''جوز راغے'' (یعنی جہاز آ گیا) کہتے ہوئے تتر بتر ہوجاتے تھے۔

جنگ کے تیسرے روز سپہ سالار صاحب مرحوم نے مجھے انگریزی فوجوں کو ہتھیار ڈالنے پر راضی کرنے کی غرض سے ٹھل بھیجا تاکہ وہاں سے ایک سفید جھنڈا لے کر قلعہ کی طرف جاؤں اور انگریزی کمانڈر سے بات چیت کرکے اس کو قلعہ ٹھل کو افغانی فوجوں کے حوالے کرنے پر تیار کروں۔ شہر میں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ ساری دکانیں بند ہیں اور نہ صرف فوج کو بلکہ شہریوں کو بھی روٹی اور ضروریات زندگی نہ ملنے کی وجہ سے بہت تکلیف ہے۔ میں نے اپنے رہبر کے ذریعے شہر کے شرفا اور تاجروں کو بلاکر ان کو اطمینان دیا کہ ان کی جان اور مال کو اب کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ اس لئے اب ان کو چاہئے کہ خاطر جمع سے رہ کر اپنی دکانیں کھول دیں اور حسب دستور کاروبار میں لگ جائیں۔ اس پر سب سے پہلے کھانے پینے کی دکانیں کھل گئیں اور بازار میں پھر آہستہ آہستہ چہل پہل ہونے لگی۔

ایک طرف تو شہر اور قلعہ کے درمیان اور دوسری طرف ہمارے محاذ اور شہر کے درمیان بعض انگریزی چوکیاں اور پکٹیں (Pickets) ابھی تک مقابلہ کررہی تھیں اور ان کے اندر رہنے والے سپاہی اپنی جگہوں پر ڈٹے ہوئے تھے اور آنے جانے والوں پر وہاں سے گولیاں چلاتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے ہمارے محاذ اور شہر کے درمیان آمد و رفت امن اور اطمینان سے نہ ہوسکتی تھی۔ میں نے ان چوکیوں کے سپاہیوں کو خبر بھیجی کہ اگر وہ اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردیں تو ان کی جانیں بخش دی جائیں گی۔ ان کے ہتھیار ان کے ہاتھ میں رہنے دیئے جائیں گے اور کوئی ان سے پرخاش نہ کرے گا۔ اس پر بعض چوکیوں کے سپاہی بمعہ اپنے ہتھیاروں کے ہم سے آ ملے اور میں نے ان کو سردار سپہ سالار صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ لیکن چند ایک دوسری چوکیوں کے سپاہی جو قلعہ کے نزدیک تھیں، اپنی چوکیوں کو خالی کرکے قلعہ میں پناہ گزیں ہوئے۔

میں نے رات کو شہر میں کرفیو لگایا اور رات کو لوگوں کو بغیر اجازت اپنے گھروں سے باہر نکلنے سے منع کردیا، تاکہ رات کے اندھیرے میں کہیں پھر فتنہ و فساد اور یغماگری نہ ہوسکے۔ شہر میں مختلف اور اہم جگہوں پر پہرے لگوادیئے اور فوجی پیٹرول (Petrol) چلانے کا انتظام کیا۔ تاکہ رات کو سپاہی شہر میں گھوم کر دورہ کریں۔ پاس ورڈ (Password) جس کو افغانستان میں جہاں اس زمانے میں امن و امان کے دنوں میں بھی رات کو کرفیو لگایا جایا کرتا تھا (نام شب) کہا

رات کو گھر سے نکلنے پر مجبور ہو تو اس (پاس ورڈ) کو بتا کر امن سے گلی میں نکل سکے۔ اس طرح میں اس پہلے آزاد ہندوستانی شہر کا پہلا، سول ایڈمنسٹریٹر بنا۔ اس انتظام کی وجہ سے رات کو شہر میں کوئی واردات نہ ہوئی۔ اگلے روز صبح کو میں نے ایک سفید جھنڈا لیا اور چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر رہبر کے ساتھ قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن قلعہ سے ہم پر گولہ باری ہونے لگی۔ اس سے ہمیں یقین آ گیا کہ قلعہ کی فوج ہمارے ساتھ گفت و شنید کرنے اور ہتھیار ڈالنے پر تیار نہیں ہے۔ ہم نے اس سے یہ نتیجہ بھی نکالا کہ ان کو کسی کمک کے پہنچنے کی بھی امید ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ قلعہ والے اپنے آپ کو ہمارے حوالے کرنے پر تیار نہیں ہیں تو میں نے سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کو لکھا کہ قلعہ پر پوری طاقت سے اور ساری توپوں کے ساتھ گولہ باری کی جائے تاکہ اس کی دیواروں میں شگاف پیدا ہوں اور وہاں سے مجاہدین حملہ کر کے قلعہ میں داخل ہو سکیں۔

میں نے اگلی رات بھی ٹھل میں گزاری اور حسبِ سابق شہر میں امن و امان قائم رکھنے کی کوشش کی۔ اس میں مجھے پوری کامیابی ہوئی۔ لوگ اپنے کاروبار میں اطمینان سے مصروف رہے اور مجاہدین کو بھی کھانے کا سامان بہم پہنچتا رہا۔ اگلے روز صبح کو مجھے سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کا زبانی پیغام ملا جس میں انہوں نے مجھے پڑاؤ کو لوٹ آنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ میں شہر کا انتظام ایک افغانی فوج افسر کے سپرد کر کے پڑاؤ کو واپس آ گیا۔ وہاں آ کر مجھے سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کے چیف پرائیویٹ سیکریٹری مرزا محمد یعقوب خان سے معلوم ہوا کہ مجھے واپس بلانے کا سبب یہ تھا کہ بعض میرے بدخواہوں نے میرے بارے میں سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کے کان بھرے اور کہا کہ ظفر انگریزوں سے مل گیا ہے اور اب وہ بھی واپس نہ آئے گا۔ امتحاناً مجھے واپس بلایا گیا تھا۔ سیکریٹری نے کہا کہ آپ کی واپسی سے آپ کی صداقت کا ان کو ثبوت مل گیا اور آپ کی غیبت کرنے والے لوگوں کو شرمندہ ہونا پڑا۔ اس کے اگلے روز سپہ سالار صاحب نے سارے محاذ کا دورہ کیا اور توپ خانے کے کمانڈروں کو مقرر اشارہ ملنے پر ایک دم قلعہ پر گولہ باری کا حکم دیا۔ دوپہر کے قریب یہ گولہ باری شروع ہوئی اور وقفہ دے دے کر کئی گھنٹے جاری رہی۔ لیکن اس سے کوئی بڑا نتیجہ نہ نکلا اور مجاہدین قلعہ پر حملہ نہ بول سکے۔ دوپہر کے بعد کوہاٹ اور ٹھل کی درمیانی سڑک پر انگریزی گولے پھٹے اور ہوائی جہاز نے بم گرائے۔ پہلے تو ہم اس کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ لیکن بعد میں ہم نے پہاڑی سے دوربین لگا کر دیکھنا شروع کیا اور اس سڑک پر کچھ سواروں کو سرپٹ قلعہ کی طرف جاتے دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قلعہ کی انگریزی فوج کو وہ کمک پہنچ گئی ہے جس کا اس کو انتظار تھا اور جس کی امید پر اس نے ہمارے صلح کے سفید جھنڈے کو اہمیت نہ دی تھی اور ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا تھا۔ (جنگ ختم ہونے کے چند مہینے بعد جو ہندوستانی اخبارات ہمارے ہاتھ لگے ان سے معلوم ہوا کہ اس کمک والی انگریزی فوج کا کمانڈر جلیاں والے باغ کا بدنام افسر اور بے ہتھیار لوگوں کا قاتل جنرل ڈائر تھا اور سڑک پر جو گولے پھٹے تھے، وہ راستہ صاف کرنے اور مجاہدین کو ڈرانے اور وہاں سے بھگانے کے لئے پھینکے گئے تھے) اس روز ابھی شام بھی نہ ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا کہ ہماری مشین جو قلعہ کی چوکیوں پر گولہ باری کے لئے دریائے کرم کے پاس بھیجی گئی تھی، خچروں پر لدی ہوئی پہاڑیوں کے درمیانی نالوں کے راستے واپس لائی جا رہی ہیں۔ میں نے ان کے سپاہیوں کو روک کر واپس محاذ پر بھیجنے کی کوشش کی، لیکن سپاہیوں کے تیور اتنے بدلے ہوئے تھے کہ اگر میں زیادہ اصرار کرتا تو شاید وہ مجھ پر گولی چلا دیتے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ محاذ سے پسپا ہونی والے سپاہیوں کا تانتا بندھ گیا۔ سردار سپہ سالار صاحب کو اس کی خبر دینے کیلئے میں ان کی تلاش میں چلا اور آخر شام کو جب ان سے ملاقی ہوا تو ان سے معلوم ہوا کہ دریائے کرم کے پار کے تمام پا پیادہ سپاہیوں، توپوں اور مشین گنوں سے مسلح سپاہیوں نے اپنے مورچے چھوڑ دیئے اور اپنے افسروں کے حکم کے برخلاف سرکشی کر کے خود بہ خود پڑاؤ کو واپس آ گئے ہیں۔ ان کو دیکھ کر باقی فوج میں بھی ہل چل مچ گئی۔ ہر کوئی اپنی مرضی سے افغانی سرحد کی طرف پسپا ہونے کو تیار ہو گیا۔ یہاں تک کہ بعض سپاہیوں نے باربرداری کی خچروں پر سوار ہو کر افغانستان کا راستہ لیا اور سامان جنگ اور رسد وغیرہ کو جو ان خچروں پر لدنے والا تھا، پیچھے چھوڑ دیا۔ ہم کو ان لوگوں کی بددلی، سرکشی اور فرار کی وجہ سمجھ میں نہ آئی۔ نہ ان میں سے کوئی شہید ہوا اور نہ ہی کسی کو گھاؤ لگا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف قلعہ کو کمک پہنچ جانے سے ڈر کر پسپائی اختیار کی۔ ان کو شاید خطرہ ہوا کہ اگلے روز انگریزی فوج ضرور قلعہ سے نکل کر ان پر حملہ کرے گی۔ (جاری ہے)